

خواب

جس خطے میں ہم لوگ موجود ہیں، وہاں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں سال سے سوچ بالکل ایک جیسی چلی آ رہی ہے۔ بر صغیر کی مقامی ثقافت اور تہذیب نے بنیادی طور پر ہر عقیدہ کو اپنے رنگ میں جذب کر لیا ہے۔ اس سوچ کا محور صرف ایک ہے۔ طاقتور کی اطاعت بلکہ یہ یہ سب کچھ مقامی نفیسیات کا حصہ نہیں بلکہ وجود ان اور روح میں گندھ چکا ہے۔ ہر دور میں تقریباً ایک جیسا حال رہا ہے۔ برطانوی غلامی کئی لحاظ سے وسطی ایشیاء کے قابضین سے بہتر تھی۔ کیونکہ برطانوی حکومت نے اپنے فائدے کیلئے بر صغیر کو دنیا سے جوڑ دیا۔ کیوں اور کیسے، اس پر طویل بحث ہو سکتی ہے۔

بر صغیر میں سماجی، سیاسی اور اقتصادی معاملات بالکل ایک جیسے چلتے رہے ہیں۔ ان میں جو ہری طور پر بہت کم تبدیلی آئی ہے۔ جب طاقت کا ذکر ہوتا ہے تو یقیناً اس میں ریاستی قوت اور پیسے کا عمل خل سر فہرست ہے۔ ہمارے معاشرے میں کیونکہ آزادی فکر اور سنجیدہ آزادی تحریر نہیں ہے۔ اس وجہ سے مکمل سچ لکھنا ناممکن ہے۔ اپنی جان بچانے کیلئے گھوم پھر کر گول مول طریقے سے لکھنا پڑتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے مثالیں دینا قدرے آسان ہے۔ اسی خطے میں "سلاطین دہلی" کا بھرپور دورگزرا ہے۔ اسی دور میں بوڑھے بلکہ ادھیر عمر باپ سے قدرے نوجوان بیٹے کی اڑائی کا واقعہ ہے۔ وجہ کوئی اصول نہیں، کوئی مذہبی فرضیہ بھی نہیں۔ بلکہ سادہ سے تخت پر قبضہ کی اڑائی تھی۔ بیٹے کا شکر ہارنے لگا۔ محاورے کے اعتبار سے سپاہیوں کے پیرا کھڑنے لگے۔ ویسے پیر کیسے اُکھڑتے ہیں، اُردو لغت میں اسکی تشریع ہونی چاہیے۔ مگر یہاں تو ہر نکتہ ہی تشریع طلب ہے۔ سمجھدار بیٹے نے خزانچی کو بلوایا۔ حکم دیا کہ سونے کے سکے مخالف لشکر پر چھینکنا شروع کر دو۔ مستعد عمال نے بالکل ایسے ہی کیا۔ جیسے ہی اشرفیوں کی مخالف لشکر پر بارش ہوئی، انہوں نے فوراً باپ کا شکر چھوڑ کر بیٹے کی طرفداری شروع کر دی۔ نوجوان کی یہ ترکیب اس درجہ کا میا ب رہی کہ اس کا اپنا لشکر بھی قائم رہا اور مخالف سپاہ بھی ساتھ شامل ہو گئیں۔ سچے واقعہ کے بعد یہ لکھنا عبث ہے کہ ہارے ہوئے باپ کے ساتھ کیا ہوا۔ واقعہ انتہائی اہم ہے۔ یہ بنیادی طور پر ہماری سوچ اور طرزِ عمل کی غمازی کرتا ہے۔ واقعہ بے شک پانچ یا چھ صدیاں پُرانا ہے۔ مگر اندازِ فکر مکمل طور پر وہی ہے۔ ہمیشہ لوگ اس فرقہ کے ساتھ کھڑے ہوئے جو انہیں فائدہ یا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ یہ وہ اصول ہے جو ہمارے عظیم ملک کا اصل آئین اور قانون ہے۔ اسکو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔

طاقت، تخت اور حکمرانی دراصل لاحدہ دنیاوی فوائد کی بنیاد ہے۔ اسکی ہمارے ملک میں ان گنت مثالیں ہیں۔ بلکہ پاکستان کے ہر گلی، محلہ، قصبه، شہر، دیہات میں ہر طرح کی کروڑوں جگ بیتیاں موجود ہیں۔ جب ملک کے تخت کا سوال ہو تو معاملہ کس درجہ پیچیدہ ہے، اندازہ عام آدمی نہیں لگ سکتا۔ ڈنی اعتبار سے ہم اس وقت اشتشار کی کیفیت میں ہیں لہذا اکثریت حکومتی فوائد سے نا آشنا ہیں۔ ووٹ کی طاقت سے حکومت کرنے کا نعرہ بھی ہمارے ملک میں کافی حد تک غیر سنجیدہ ہے۔ یہ نعرہ برطانیہ اور فرانس سے نکلا۔ مگر ان معاشروں نے اس نعرے کا ہر لفظ اپنی قربانی، جدوجہد اور خون سے لکھا۔ وہاں کے سیاسی فلسفیوں نے جمہوریت کا مطلب پہلے خود سمجھا اور پھر آسان

لطفوں میں لوگوں کو سمجھایا۔ جب عام لوگ یار عایا اس ذہنی سطح پر آگئی کہ اصول حکمرانی کو انصاف کے تابع کر سکیں، تو ووٹ سے حکومت کرنے کا خواب موثر ہوا۔ ہمارا معاشرہ اس عملی جدوجہد کا حصہ ہی نہیں بن سکا جو یورپ نے چند صد یاں پہلے بے پناہ قریبوں سے آراستہ کی۔ اگر آپ برطانیہ میں اصول جمہور سے پہلے کے حالات دیکھیں تو بالکل ہمارے جیسے تھے۔ ویسٹ منسٹر ایجی (West Minister) Ebby کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ برطانوی بادشاہ تخت بچانے کیلئے کتنی سفا کیت کامظاہرہ کرتے تھے۔ ابھی بنیادی طور پر شاہی قبرستان ہے جو ایک دیدہ زیب عمارت میں قائم ہے۔ اکثر تابوتوں پر لکھا ہوا ہے کہ اس میں فلاں شہزادی یا شہزادہ مدفون ہے۔ مرنے کی وجہ بھی کئی جگہ درج ہے کہ بادشاہ نے اپنے بھائی، بہن یا عزیز کو مسلسل بھوک سے مر وا دیا۔ یعنی قید میں کھانے پینے کی ممانعت ہو گئی۔ نتیجہ بالکل سادہ۔ انسان چند روز میں جہاں رنگ و بو سے ختم ہو جاتا تھا۔ عرض کرنے کا مقصد صرف ایک ہے۔ حکمرانی دراصل ایک ایسا فلسفہ ہے جس میں صرف ایک اصول ہے کہ تخت پر قابض کیسے رہنا ہے۔ اسی ضابطے کی نظر وہ ملکی حالات کو دیکھیں تو ہر چیز آرام سے سمجھ آ جائیگی۔ کسی وہم اور بے یقینی کے بغیر۔

ہمارے سماج میں برابری یا مساوات کا کافی چرچا ہوتا ہے۔ مگر یہ صرف ایک سراب کی طرح ہے۔ ہم کسی کمزور فریق کو اپنا حکمران کسی بھی قیمت پر نہیں بننے دیتے۔ ایماندار اور سچے آدمی کو بھی اقتدار نہیں سونپنا چاہتے۔ بنیادی سوچ وہی ہے کہ "طاقدور کے سامنے سرجھ کاؤ"۔ سیاست میں عملی مثالیں دینا ضروری ہے۔ ملک معراج خالد ملک کے وزیر اعظم کے عہدہ پر پہنچے۔ سادہ اور ایماندار آدمی۔ کیا آپ یقین فرمائیں گے کہ ایکشن لڑتے ہوئے انکے خلاف کیا سیاسی نعرہ بلند کیا جاتا تھا۔ توجہ چاہیے۔ جو شخص اپنے ذاتی معاملات اور مسائل حل نہیں کر پاتا، وہ عام آدمی کی بہتری کیسے کر پائیگا۔ مطلب یہ کہ ایماندار شخص ہے۔ نہ آپ کو فائدہ دے سکتا ہے اور نہ ہی آپ کے جائزیانا جائز کام کرو سکتا ہے۔ معراج خالد صاحب ایک درویش صفت سیاستدان ہونے کے باوجود ہمارے سیاسی نظام میں قدرے ناکامی سے ہمکنار ہوتے رہے۔ یاد ہے۔ عبوری دور میں وزیر اعظم بنائے گئے۔ مثال اسلیے سامنے رکھی ہے کہ ہمارے نظام کے عملی پیانے بالکل واضح اور شفاف ہیں۔ طاقت، پیے اور اقتدار کے بغیر کوئی شخص، جماعت یا گروہ کسی حیثیت کا مالک نہیں۔ یہ اصول ہمارا مقتدر طبقہ بخوبی جانتا ہے۔ کسی ضابطے کے تحت اپنی اپنی جدا گانہ حکمتِ عملیاں ہیں۔ مگر منزل صرف اور صرف ایک ہے۔ شائد آپ کو میری بات مناسب نہ لگے۔ یہ فقرہ جسے میں ضابط لکھ رہا ہوں، اصول کہہ رہا ہوں۔ بنیادی طور پر اقتدار کے کھیل کی رو ح ہے۔ اسکے برخلاف جو شخص یا ادارہ کچھ بھی کرنے کی جسارت کریگا، اسے بے حد نقصان پہنچایا جائیگا۔ شائد ان دیکھے زہر کا پیالہ بھی پینا پڑے۔ تسلیم کیجئے یا انکار کیجئے۔ ہم کمزور فریق کو کبھی بھی حکمران نہیں بنائیں گے۔ اگر کچھ عرصے کیلئے یہ انہوںی ہو بھی جائے، تو اسے تماثہ بنادیا جائیگا۔ سیاسی شخصیات میں یوسف رضا گیلانی، راجہ پروین مشرف کا اصل گناہ یہ تھا کہ طاقت کی بساط کے نجیف مہرے تھے۔ کرپشن اور مالیاتی بے ضابطگیاں الگ مصرف اسلیے ہٹائے گئے کہ وہ ہٹائے جاسکتے تھے۔ ذوالفقار علی بھٹکو بھی اس وقت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، جب ایک ریاستی فریق ان سے زیادہ طاقتور ہو چکا تھا۔ شائد بھٹکو کی مثال نہیں دینی چاہیے۔ اسلیے کہ انہیں اقتدار سے محروم کرنے کی وجہات ایک سے بہت زیادہ تھیں۔ کچھ معلوم ہو چکی ہیں مگر اکثر نامعلوم ہیں۔ مگر علاقائی اقتدار کی شطرنج کا اصول اذلی

طور پر انٹ ہے۔

اب سوال یہ آتا ہے کہ کیا یہ بساط تبدیل ہو سکے گی۔ کیا واقعی کوئی بہت بڑی سماجی یا سیاسی انہوںی ہو سکتی ہے۔ تاریخ کے تناظر میں امکانات قدرے کم ہیں۔ اسکی وجہ صرف ایک ہے۔ یہاں کوئی اصولوں پر اپنے خون سے دستخط کرنے کیلئے تیار نہیں۔ یہاں کوئی بھی اس درجہ رائخ نہیں کہ اپنے مفادات کو جزوی طور پر بھی قربان کر دے۔ درست ہے کہ کچھ مخرف مثالیں موجود ہیں مگر عمومی طور پر معاملہ بالکل وہیں کا وہیں ہے۔ مقندر انسان یا گروہ، وقت کے ساتھ ساتھ مالی فوائد کے چند نکٹرے دیگر لوگوں کی طرف ضرور پھینکتا ہے۔ یہ لوگ ہر قیمت پر ان فوائد کے زیر اثر مقندر طبقے کے ساتھ رہتے ہیں۔ اسکی بھی بہت زیادہ مثالیں موجود ہیں۔ بہادر شاہ ظفر کے خلاف جو برطانوی مقدمہ قائم کیا گیا۔ اسکی کارروائی کئی کتابوں میں موجود ہے۔ کیونکہ شہنشاہ غیر موثر تھا۔ لہذا انکے خلاف گواہ، عدالت میں پیر چھونے کے بعد انہی کے خلاف گواہی دیتے تھے۔ کوئی بھی بادشاہ کیلئے کلمہ خیر کہنے کیلئے تیار نہیں تھا۔ صرف اسلیے کہ اب نیا دور حکمرانی آچکا تھا جس میں حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی کے پاس تھی اور مالی فوائد دینے کی استطاعت بھی۔ بر صغیر کی اکثریت نے قبلہ تبدیل کرنے کیلئے ایک منٹ نہیں لگایا۔ تمام لوگ حکمران کی رعایا بن گئے۔ یہ طرزِ عمل آج تک موجود ہے۔ ہاں، اگر بہادر شاہ ظفر جیت چکا ہوتا تو معاملات مختلف ہوتے۔ 1857 کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں نے جو کشت و خون کے مظالم برپا کیے، اس پر کسی نے چوں تک نہیں کی۔ شہر لاہور میں راوی کے دریا سے لیکر اندر ون شہر کی فصیل تک سینکڑوں چہانسی گھر موجود تھے۔ راہ چلتے نوجوانوں کو پکڑ کر چہانسی دے دی جاتی تھی۔ مگر یہاں کوئی بغاوت نہیں ہوئی۔ انگریز بڑی کامیابی سے ہماری غلامی کی نفیسیات کو جان چکا تھا۔ ویسے آج بھی ہمارے اصل حاکم وہی ہیں۔ کبھی غور فرمائیے توبات سمجھ آجائیگی۔ اس طرزِ عمل کی دوسری مثال پنجاب میں 1946 کے ایکشن سے پہلے قائد اور پاکستان کے حق میں مضبوط ہوا چل چکی تھی۔ مقندر طبقہ جو دراصل یونیٹ پارٹی سے تعلق رکھتا تھا، جان گیا کہ اب یونیٹ پارٹی سے تعلق رکھ کر اقتدار میں زندہ نہیں رہ سکتے۔ راتوں رات فوری طور پر وفاداریاں تبدیل کر کے مخالف جماعت یعنی مسلم لیگ سے مل گئے۔ ایکشن جتنے اور 1947 میں اقتدار میں آگئے۔ یقین نہیں آتا تو موجودہ سیاستدانوں کی فہرست بنائیے اور 1946 کے امیدواروں کی فہرست سے مقابلی جائزہ تجھے۔ خاندانی لڑی آرام سے معلوم ہو جائیگی۔

اقدار کے مقامی قوانین کو فی الحال مکمل طور پر تبدیل کرنا اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ جیسے پہلے عرض کیا کہ یورپ میں انسانی حقوق اور جمہوریت کیلئے جو عملی جدوجہد کی گئی، وہ اس معاشرے میں ابھی تک واضح طور پر شروع نہیں ہوئی۔ ہر فریق، گروہ یا جماعت چاہتی ہے کہ کسی قسم کے مصائب جھیلے بغیر دربار شاہی میں موجود رہے۔ کوئی تکلیف بھی نہ اٹھانی پڑے۔ جب تک یہ ذہنی مفلسی موجود ہے، مثالی ترقی مساوی انسانی حقوق اور انصاف کی فراہمی صرف اور صرف نظرے ہیں۔ یا شامک خواب۔ مگر زندہ رہنے کیلئے خواب دیکھنے بھی لازم ہیں!